

فیض کلم

اقبال

سید احمد
مفتی صاحب
سلام
۵۰ گلبرگہ

دور ہے

ضربِ کلیم

یعنی

اعلانِ جنگ و درِ حاضر کے خلاف

ہمیں مقام کی خوگر طبیعت آزاد
ہوئے سیرِ مثالِ نسیم پیدا کر
ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر

اقبال

کاپی رائٹ

نصیب کلیم

غلط نامہ

صحیح	غلط	صفحہ
ہونہ سکے گا	نہ ہو سکے گا	۲
راہلہ	مرحلہ	۴۴
کمال جنوں	کمال وجوں	۴۵
ترا	تیرا	۶۷
کشاکش	نشائش	۸۲
ہے	ے	۹۴
ہوئے	ہوے	۱۱۹
میرزا	مرزا	۱۳۱
سجدہ	سجد	۱۳۶
نئی	نسی	۱۳۳
تشنگی کام دہن	تشنگی و کام دہن	۱۳۵

فہرست مضامین

(۱) علامت حضرت نواب محمد رشید شاہ خزانہ فائے بحیو پال کی خدمت میں

(۲) ناظرین سے

(۳) تمہید

صفحہ	مضمون	نمبر	صفحہ	مضمون	نمبر
۱۵	شکر و شکایت	۱۰	۶	صبح	۱
۱۲	ذکر و شکر	۱۱	۷	لا الہ الا اللہ	۲
	علمائے حرم	۱۲	۸	تن بہ تقدیر	۳
۱۷	تقدیر	۱۳	۹	معراج	۴
۱۸	توحید	۱۴	۱۰	ایک فلسفہ زندہ سیدنا وے کے نام	۵
۱۹	علم اور دین	۱۵	۱۱	زمین و آسمان	۶
۲۰	ہندی مسلمان	۱۶	۱۲	مسلمان کا زوال	۷
۲۱	آزادی شمشیر کے اعلان پر	۱۷	۱۳	علم و عشق	۸
۲۲	جہاد	۱۸	۱۴	اجتہاد	۹

۱۹	قوت اندرین	۲۳	۳۶	قلندر کی پہچان	۳۶
۲۰	فقر و ملوکیت	۲۴	۳۷	قطبہ	۳۷
۲۱	اسلام	۲۵	۳۸	مروان خدا	۳۸
۲۲	حیات پابندی		۳۹	کافر و مومن	۳۹
۲۳	سلطانی	۲۶	۴۰	ہمدی برقی	۴۰
۲۴	صوفی سے	۲۷	۴۱	مومن	۴۱
۲۵	افرنک نہد	۲۸	۴۲	محمد علی باب	۴۲
۲۶	تصوف	۲۹	۴۳	تقدیر	
۲۷	ہندی اسلام	۳۰	۴۴	لے روئے محمد	۴۴
۲۸	غزل	۳۱	۴۵	مدینت اسلام	۴۵
۲۹	دنیا	۳۲	۴۶	کرامت	۴۶
۳۰	نماز		۴۷	فقر و وابہی	۴۷
۳۱	مٹی	۳۳	۴۸	غزل	۴۸
۳۲	حکمت	۳۴	۴۹	تسلیم و رضا	۴۹
۳۳	عقل و دل		۵۰	لکھتہ توحید	۵۰
۳۴	مستی گدار	۳۵	۵۱	انعام اسیانہ کی	۵۱
۳۵	قبر		۵۲	جہان دتن	۵۲

۶۷	زاد حاضر کا انسان	۶۹	۵۲	لاہور و کراچی	۵۲
۶۸	اقوام مشرق	۷۰	۵۳	نبوت	۵۲
۶۹	آکاہی	۷۱	۵۴	آدم	۵۵
۷۰	مصلحین مشرق	۷۲	۵۵	مکراؤ جنوا	۵۶
۷۱	مغربی تہذیب	۷۳	۵۵	لئے پر حرم	۵۷
۷۲	اسرا و پیدا	۷۴	۵۶	ہندی	۵۸
۷۳	سلطان ٹیپو کی وصیت	۷۵	۵۷	مرد مسلمان	۵۹
۷۴	غزل	۷۶	۵۸	پنجابی مسلمان	۶۰
۷۵	بیداری	۷۷	۵۹	آزادی	۶۱
۷۶	خودی کی تربیت	۷۸	۶۰	اشاعت اسلام و گنگنان ہیں	۶۲
۷۷	آزادی منکر	۷۹	۶۱	نار و آقا	۶۳
۷۸	خودی کی زندگی	۸۰	۶۲	اسرا سے عرب سے	۶۴
۷۹	حکومت	۸۱	۶۳	احکام آہی	۶۵
۸۰	ہندی مکتب	۸۲	۶۴	سوت	۶۶
۸۱	تربیت	۸۳	۶۵	تم باذن اللہ	۶۷
۸۲	خوب و درشت	۸۴	۶۶	تعلیم و تربیت	۶۸
۸۳	مرگ خودی	۸۵	۶۷	مقصود	۶۹

۹۴	عورت کی حفاظت	۱۰۲	۸۰	سہ ماہی عزیز	۸۶
۹۵	عورت کا تعلیم	۱۰۳		عصر حاضر	۸۷
۹۶	عورت	۱۰۴	۸۱	طالب علم	۸۸
	ادبیات فنون لطیفہ			امتحان	۸۹
۹۰	دین و دہن	۱۰۵	۸۲	درس	۹۰
۹۱	تخلیق	۱۰۶	۸۳	حکیم نقشہ	۹۱
۱۰۰	جنون	۱۰۷		اساتذہ	۹۲
	پیشہ سے	۱۰۸	۸۴	غزل	۹۳
۱۰۱	پریس کی مسجد	۱۰۹	۸۵	تجسیم	۹۴
	ادبیات	۱۱۰	۸۶	جاوید سے	۹۵
۱۰۲	نگاہ	۱۱۱		عورت	
۱۰۳	مسجد قوت الاسلام	۱۱۲	۹۰	موزنگ	۹۶
۱۰۴	تیا تر	۱۱۳		ایک سوال	۹۷
۱۰۵	شعاع اسید	۱۱۴	۹۱	پرہ	۹۸
۱۰۸	اسید	۱۱۵		خلوت	۹۹
۱۰۹	لگاؤ شوق	۱۱۶	۹۲	عورت	۱۰۰
۱۱۰	اہل ہنر سے	۱۱۷	۹۳	آزادی نسواں	۱۰۱

۱۲۵	نواره	۱۳۵	۱۱۱	غزل	۱۱۸
۱۲۶	شاعر	۱۳۶	۱۱۲	دجده	۱۱۹
۱۲۷	شعرجم	۱۳۷	۱۱۳	سرود	۱۲۰
۱۲۸	هنرمندان هند	۱۳۸	۱۱۴	نیم و نیم	۱۲۱
۱۲۹	مرد بزرگ	۱۳۹	۱۱۵	اهرام مصر	۱۲۲
۱۳۰	عالم نو	۱۴۰		غزوات هند	۱۲۳
۱۳۱	ایجاد معانی	۱۴۱	۱۱۶	اقبال	۱۲۴
۱۳۲	موسیقی	۱۴۲	۱۱۷	فتویٰ لطیفه	۱۲۵
۱۳۳	ذوق نظر	۱۴۳	۱۱۸	سجده	۱۲۶
	شعر	۱۴۴	۱۱۹	خانقانی	۱۲۷
۱۳۴	رقص و موسیقی	۱۴۵	۱۲۰	روی	۱۲۸
	ضبط	۱۴۶		جنت	۱۲۹
۱۳۵	رقص	۱۴۷	۱۲۱	مرزا بیدل	۱۳۰
سیاسات شرق و غرب			۱۲۲	جلال و جمال	۱۳۱
			۱۲۳	مقصود	۱۳۲
۱۳۸	اشتراکیت	۱۴۸	۱۲۴	سرود لعل	۱۳۳
۱۳۹	کارل مارکس کی آواز	۱۴۹	۱۲۵	سرود حرام	۱۳۴
	انقلاب	۱۵۰			

۱۵۱	موسیقی	۱۶۸	۱۳۰	خوشامد	۱۵۱
۱۵۲	گھر	۱۶۹		مناسب	۱۵۲
۱۵۳	آئینہ	۱۷۰	۱۳۱	یورپ اور ہند	۱۵۳
۱۵۴	لاوین سیاست	۱۷۱	۱۳۲	نفسیات خلاصی	۱۵۴
۱۵۵	دام تہذیب	۱۷۲		بشیک درس	۱۵۵
۱۵۶	نفسیت	۱۷۳	۱۳۳	آج اور کل	۱۵۶
۱۵۷	ایک بھری تھاق اور سکندر	۱۷۴		مشرق	۱۵۷
۱۵۸	جمیت اقوام	۱۷۵	۱۳۴	سیاسیات رنگ	۱۵۸
۱۵۹	شام و فلسطین	۱۷۶		خوابگی	۱۵۹
۱۶۰	سیاسی پیشوا	۱۷۷	۱۳۵	غلاموں کے لئے	۱۶۰
۱۶۱	نفسیات خلاصی	۱۷۸	۱۳۶	اپنی مسرت	۱۶۱
۱۶۲	غلاموں کی نواز	۱۷۹	۱۳۷	اپنی سینیا	۱۶۲
۱۶۳	فلسطینی عرب	۱۸۰	۱۳۸	ایس کا فرمان اپنے سیاسی فرزند کے نام	۱۶۳
۱۶۴	مشرق و مغرب	۱۸۱		جمیت اقوام اور مشرق	۱۶۴
۱۶۵	نفسیات حاکمی	۱۸۲	۱۳۹	سلطانی جوادید	۱۶۵
۱۶۶	محراب گل افغان کے افکار			جمہوریت	۱۶۶
۱۶۷	محراب گل افغان کے افکار	۱۸۳	۱۴۰	یورپ اور ہند	۱۶۷

حضرت نواب حمید اللہ خاں فرمانروائے بھوپال کی خدمت میں

زمانہ با اہم ایشیا چہ کرو دکنند
کے نہ بود کہ این داستان فرو خواند
تو صاحب نظری آنچه در ضمیر من است
دل تو بیند و اندیشہ تو مے داند
بگیر این ہمہ سر پایہ ہزار از من
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

ناظرین سے

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
 تیرا زجاج نہ ہو سکے گا حریفِ سنگ
 یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام
 میدانِ جنگ میں نہ غلب کر ڈائے چنگ
 خزانِ دل و جگر سے ہے سراپہ حیات
 فطرتِ کُھو ترنگ ہے غافل! نہ جُل ترنگ

تہذیب

(۱)

نہ دیر میں نہ حرم میں خودی کی بیداری
 کہ خاوداں میں ہے قوموں کی روح تریاکی!
 اگر نہ سہل ہوں تجھ پہ زمیں کے ہنگامے
 بُری ہے سستیِ لذتِ ثنائے اسلاکی!
 تری نجات عنہم مرگ سے نہیں ممکن
 کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پسیرِ خاکی!
 زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
 ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی!

عطا ہوا خص و خاشاکِ ایشیا مجھ کو
کہ میرے شعلے میں ہے سرکشِ دبے بالی !

(۲)

تراگناہ ہے اقبالِ مجلسِ آرائی
اگرچہ تو ہے مٹا لیا زمانہ کم ہیوندا
جو کو کسار کے خوگر تھے ان غریبوں کو
تری نوائے دیا فوقی جذبہ نائے بلند !
تڑپ رہے ہیں نضائے نیلگوں کے نئے
وہ پشیمانی کہ صحنِ سرا میں تھے خورسند !
تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی
مقامِ شرق و سرور و نظر سے محرومی !

اسلام اور مسلمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبح

یہ سحر جو کبھی سنا ہے کبھی ہے امرو
 نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
 وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
 ہوتی ہے بسندۂ مومن کی اقاں سے پیدا

• بھوپال ریش محل میں لکھے گئے •

لا الہ الا اللہ

خودی کا ستر نہاں لا الہ الا اللہ
 خودی ہے تیغ، فساں لا الہ الا اللہ
 یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
 مسنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ
 کیا ہے تو نے مستلح غرور کا سودا
 قریبِ سود و زیاں لا الہ الا اللہ
 یہ مال و دولت دُنیا یہ رشتہ و پیوند
 بتانِ دھم و گماں لا الہ الا اللہ
 خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنجاری
 نہ ہے زمان نہ مکاں لا الہ الا اللہ
 یہ لغزِ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
 بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
 بچے ہے حکیم اذان لا الہ الا اللہ

تن بہ تقدیر

اسی سترائیں میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
 جس نے مومن کو بنایا مہ د پرویں کا امیر!
 'تن بہ تقدیر' ہے آج ان کے عمل کا انداز
 تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر!
 تھا جو 'ناخوب' بہ 'تدریج' وہی 'خوب' ہوا
 کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر!

معراج

دے دلوں شوق جسے لذت پہواز
 کر سکتا ہے وہ ذلت مر و مر کو تاراج!
 شکل نہیں یارانِ حسن! معرکہ باز
 پر سوز اگر ہو نفس سینہ دراج
 ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریا!
 ہے ستر مرا پردہ جاں نکتہ معراج!
 تو معنی و انجس نہ سمجھا تو عجب کیا
 ہے تیرا مدد جزر ابھی چاند کا محتاج!

ایک فلسفہ زدہ سید زاوے کے نام

تو اپنی خودی اگر دکھوتا	زناہری برگساں نہ ہوتا
بجھل کا صدف گرے غالی	ہے اس کا طہسم سب خیالی
عکس کیسے ہو زندگانی؟	کس طرح خودی ہو لازمانی؟
آدم کو ثبات کی طلب ہے	دستور حیات کی طلب ہے
دنیا کی مشاہد جس کے شائق	سوسن کی اذان نوائے آفاق
میں اصل کا خاص سوسناتی	آبا میرے لاتی و مناتی
تو سید ہاشمی کی اولاد	مری کف خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب گل میں	پوشیدہ ہے ریشائے تل میں
اقبال اگر چہ بے ہنر ہے	اس کی رگ رگ باخبر ہے
شعلہ ہے تیرے جنوں کا بے نو	سن مجھ سے یہ نکتہ دل افروز
انجام خرد ہے بے حضوری	ہے فلسفہ زندگی کے دردی

انکار کے غم نہ اے بے موت میں ذوقِ عمل کے واسطے موت
 دیں مسلکِ زندگی کی تقویم دیں سہِ محمد و براہِ ایم
 دل در سخنِ محمدی بند اے پھر غنیِ نربوعلیٰ پسند

چل دیدۂ راہ میں نداری
 قایدِ تشرشیٰ بہ از بخاریؑ

زمین و آسمان

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
 اوروں کی نگاہوں میں وہ موسمِ ہمو خزاں کا!
 ہے سلسلہ احوال کا ہر لحظہ دگرگوں
 اے سالک! رہ فکر نہ کر سود و زیاں کا!
 شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی
 تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا!

مسلمان کا زوال

اگرچہ مذہبی جہاں میں ہے قاضی اکحاجات
 جو فقرے ہے میسٹر تو ٹکڑی سے نہیں!
 اگر جواں ہوں مری قوم کے جٹور و غفور
 قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں!
 سبب کچھ اور ہے تو میں کو خود سمجھتا ہے
 زوال بندہ مومن کا بے زدی سے نہیں!
 اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
 قلندری سے ہوا ہے ' تو ٹکڑی سے نہیں!

علم و عشق

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن !

عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن !

بندہ تخمین و ظن ! کریم کتابی نہ بن !

عشق سراپا حضور علم سراپا حجاب !

عشق کی گرہ سے ہے مرکز کائنات !

علم مقام صفات ، عشق تماشاے ذات !

عشق سکون و ثبات ، عشق حیات و ممات !

علم ہے پیدا سوال عشق ہے نہاں جواب !

عشق کے ہیں مجازات سلطنت و فقر و دیں !

عشق کے اولیٰ غلام صاحب تاج و نگین !

عشق مکاں و کمیں ! عشق زمان و زمیں !

عشق سراپا یقیں ، اور یقیں فتح باب !

شرعِ محبت میں ہے عشرتِ منزلِ حرام
 شورشِ طرِفاںِ حلالِ لذتِ سہلِ حرام
 عشق پہ بجلی حلالِ عشق پہ حاصلِ حرام
 عِلْم ہے ابنِ اکتابِ عشق ہے اُمّ اکتابِ

اجتہاد

ہند میں حکمتِ دیں کوئی کہاں۔۔۔ دیکھے
 نہ کہیں لذتِ کردار نہ اٹکا بہ عمیق
 حلقہٴ شوق میں وہ جراتِ اندیشہ کہاں
 آہ! محکومی و تعلیمیٰ و زوالِ تحقیق!
 خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
 ہوئے کس درجہ فیتہاںِ حرم بے توفیق!
 ان غلاموں کا یہ مسک ہے کہ ناقص ہے کتاب
 کہ سکھاتی نہیں سون کو غلامی کے طریق!

شکر و شکایت

میں بندۂ نادان ہوں مگر شکر ہے تیرا
 رکھتا ہوں نمانحائے لاہوت سے پیوندا
 اک دلوں تازہ دیا میں نے دلوں کو
 لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند
 تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کہ خزاں ہیں
 مرغابِ سحر خاں مری صحبت میں ہیں خورشید
 لیکن مجھے پیدا کیا اس دیں میں تو نے
 جس دیں کے بندے ہیں غلامی پہ رضا مند

ذکر و فکر

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام
 وہ جس کی شان میں آیا ہے عظم الاسما!
 مقام ذکر کمالاتِ رومی و عطار
 مقام فکر مقالاتِ بوعلی سینا!
 مقام فکر ہے چیمائشِ زمان و مکان
 مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ!

ملائے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
 تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
 تری نماز میں باقی حلال ہے نہ حلال
 تری اذان میں نہیں ہے مری سحر کا پیام!

تقدیر

تا اہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت
 ہے نوار زمانے میں کبھی جوہر فراقی!
 شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں
 تقدیر نہیں تابع منطق نظر آتی!
 ہاں ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو
 تاریخ امم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی!
 ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی!
 بران صفت تیغ دو سپر نظر اس کی!

توحید

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
 آج کیا ہے ؟ فقط اک مسئلہ علمِ کلام !
 روشن اس منورے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو
 خود مسلمان سے ہے پوشیدہ مسلمان کا مقام !
 میں نے اے میرے سپہ تیری سپہ کی ہے
 قل ہو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام !
 آہ ! اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ
 وحدت انکار کی بے وحدتِ کردار ہے خام !
 قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
 اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دورِ کثرت کے امام !

علم اور دین

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم
 کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا نذیم
 زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
 دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم
 چمن میں تربیتِ غنچہ ہو نہیں سکتی
 نہیں ہے قطرۂ شبنم اگر شریک نسیم
 وہ علم کم بصری جس میں ہم کنار نہیں
 تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم !

ہندی مسلمان

غدارِ وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
 انگریز سمجھتا ہے مسلمان کو گداگر!
 پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
 کتنی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافرا
 آذانہ حق اٹھتا ہے کب اور کدھرے
 مسکین و لکھم مانہ دیں کشمکش اندر

آزادی شمشیر کے اعلان پر

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلمان کبھی تو نے
 کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگر دار
 اس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں
 پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار!
 ہے فکرِ بے مصرعِ ثانی کی زیادہ
 اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار
 قبضے میں یہ تلوار بھی آ جائے تو مومن
 یا خالد بنِ جانباز ہے یا حیدرِ کراشا!

جہاد

فتوے ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
 دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا رگر
 لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
 مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر
 تیغ و تفنگ دست مسلمان میں ہے کہاں
 ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
 کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
 کہتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مرا
 تعلیم اس کو چاہیے ترک جہاد کی
 دنیا کو جس کے پنجہ خونیں سے ہو خطر
 باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
 یورپ ندہ میں ڈوب گیا ووش تا کمر!

ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
 مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
 حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
 اسلام کا محاسب، یورپ سے درگزر؟

قوت اور دین

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں ہیں
 سو بار ہوئی حضرت انساں کی قبا چاک !
 تاریخِ اہم کا یہ پیغام ازلی ہے
 صاحبِ نظراں ! نشہ قوت ہے خطرناک !
 اس سیلِ سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
 عقل و منظر و علم و بہر ہیں خس و خاشاک !
 لادیں ہو تو ہے زہرِ ہلاک سے بھی بڑھ کر
 ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک !

فقر و ملوکیت

فقر جگہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
 ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلب سلیم!
 اس کی بڑستی ہوئی بے باکی و بے تابی سے
 تانہ ہر عہد میں ہے قصہ سندرہن و کلیم!
 اب ترا دور بھی آنے کو ہے اسے فقرِ غیور
 کھا گئی روح سندرگی کو بولے نرد و سیم!
 عشق و مستی نے کیا ضبطِ نفس مجھ پر حرام
 کر گرہِ غنچے کی کھلتی نہیں بے موجِ نسیم!

اسلام

روح اسلام کی ہے نورِ خودی ناپہِ خودی
 زندگانی کے لئے ناپہِ خودی نورِ حضور
 یہی ہر چیز کی تقویم یہی اصلِ نمود
 گرچہ اس روح کو فطرت نے دکھا ہے متو
 لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کہہ ہے تو خیر
 دوسرا نام اسی دین کا ہے 'قررِ غیور'!

حیاتِ ابدی

زندگانی ہے صدفِ قطرۂ نیساں ہے خودی
 وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
 ہو اگر خود نگہ و خود گر و خود گسیہ خودی
 یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر سکے!

سلطانی

کے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے،
 وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی
 خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
 یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی!
 یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار
 اسی مقام سے آدم ہے ظل سبحانی!
 یہ جبر و قدر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے
 کہ جبر و قدر سے ممکن نہیں جانا بنانی
 کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
 کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی!

مثال ماہ چمکتا تھا جس کا دارِ سجود
 خرید لی ہے منہرگی نے وہ مسلمانی!
 ہوا حریفِ مرد و آفتاب تو جن سے
 رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ درخشانی!

صوفی سے

تری نگاہ میں ہے سحرات کی دنیا
 مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
 تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن
 غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا!
 عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تری
 بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا!

افرنک زدہ

(۱)

ترا وجود سراپا تجلیٰ افرنک
 کہ تو دہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر!
 مگر یہ سپرِ خاکی خودی سے ہے خالی
 فقط نیام ہے تو زرنکار و بے شمشیر!

(۲)

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
 مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا!
 وجود کیا ہے؟ فقط جو ہر خودی کی نمود
 کہ اپنی منکر کہ جو ہر ہے بے نمود ترا!

تصوّف

یہ حکمت ملکوتی یہ علم لاهوتی
 حرم کے درد کا دریا نہیں تو کچھ بھی نہیں
 یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سحر
 تری خودی کے نگہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
 یہ عقتل جو مہ و پروں کا کیلتی ہے شکار
 شریکِ شورش پہناں نہیں تو کچھ بھی نہیں
 خرو نے کہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
 دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
 عجب نہیں کہ پریشاں ہے گفتگو میری
 فردخِ صبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں!

وہ یاضِ منزلِ دولت کہ مراں سورا بخورالیں تھے گئے

ہندی اسلام

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
 وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی اکاد!
 وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو
 آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد
 اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
 جا بیٹھے کسی غار میں اللہ کو کر یاد
 مسکینی و محکومی و نومیدی جاوید
 جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کرایا
 خدا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
 ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزار!

غزل

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
 کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ
 ترا بھر پُ سکوں ہے! یہ سکوں ہے پافوں ہے؟
 نہ ننگ ہے نہ طوفاں نہ خرابی کسارا
 تو غمیرِ آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے
 نہیں بے قرار کرتا تجھے غمزہ ستارہ!
 ترے نیستاں میں ڈالا مرے نغمہ سحر نے
 مری خاک پے سپر میں جو نہاں تھا اک شرارہ!
 نظر آئے گا اسی کو یہ جہاں دوش و فردا
 جسے آگنی میسر مری شوخیِ قطارہ!

دنیا

مجھ کو بھی نظر آتی ہے یہ بوستلونی
 وہ چاند یہ تارا ہے وہ پتھر یہ ٹھیکس ہے
 دیتی ہے مری چشم بصیرت بھی یہ فتوے
 وہ کوہ یہ دریا ہے وہ گردوں یہ زمیں ہے
 حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
 تو ہے تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے!

نماز

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
 اگرچہ پیر ہے آدم جواں میں لات و منات
 یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
 ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

وحی

عقل بے پایہ امانت کی سزاوار نہیں
 راہ پر ہو ظن و تخمیں تو زلوں کارِ حیات!
 فکر بے نور ترا، جذبِ عمل بے بنیاد!
 سخت شکل ہے کہ روشن ہو شبِ تاری حیات!
 خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ و کیونکو
 گر حیات آپ نہ ہو شارحِ اسرارِ حیات!

شکست

جہادِ حرارت رہی نہ صوفی میں
 بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ است!
 فقیرِ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور
 کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگِ دستِ بدست!
 گریزِ کشمکشِ زندگی سے مردوں کی
 اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

عقل و دل

ہر خاکی و نوری پہ حکومت ہے خرد کی
 باہر نہیں کچھ عقلِ خدا داد کی زد سے
 عالم ہے غلامِ اس کے جلالِ انہی کا
 اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے!

مستی کردار

صرفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
 لا کی شریعت میں فقط مستی گفتار
 شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
 افکار میں سرمست! نہ خوابیدہ نہ بیدار!
 وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
 ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار!

قبر

مرد کا شہستان بھی اُسے راس نہ آیا آرام قلمندر کو تو خاک نہیں ہے
 خاموشی افلاک تو ہے قبر میں لیکن بے قیدی و پرنائی افلاک نہیں ہے!

قلندر کی پہچان

کتنا ہے زمانے سے یہ درویش جو انمرد
 جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی ادھر جا!
 ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ
 بچتا ہوا بگاہِ قلندر سے گند جا!
 میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں لگا
 چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اُتر جا!
 توڑا نہیں جادو مری تجھ پر نے تیرا؟
 ہے تجھ میں مٹو جانے کی جرات تو کر جا!
 ہر دم و انجسم کا محاسب ہے قلندر
 ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر!

فلسفہ

افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں
 پوشیدہ نہیں مردِ قلندر کی نظر سے
 معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
 مدت ہوئی گزرا تھا اسی راگِ نذر سے
 الفاظ کے پیچوں میں ابکتے نہیں دانا
 غواص کو مطلب ہے مدف سے کہ گھر سے؟
 پیدا ہے فقط حلقۂ اربابِ جنوں میں
 وہ عقل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شر سے
 جس معنی چھپیدہ کی تصدیق کرے دل
 قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابندہ گھر سے
 یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
 جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے!

مردانِ خدا

وہی ہے بسندۂ خُرجس کی ضرب ہے کاہی
 نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری!
 ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش
 قلندری و قبا پوشی و کلد و اری!
 نماند لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
 انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری!
 وجود انہیں کا طوافِ بقال سے ہے آزاد
 یہ تیرے مومن و کاسد تمام زماہی!

کافرو مومن

کل ساحلِ دریا پہ کہا مجھ سے خضر نے
 تر ڈھونڈ رہا ہے سہمِ افرونگ کا تریاق؟
 اک حجتِ موعے پاس ہے شمشیر کی مانند
 بتندہ و مقتلِ زدہ و روشن و براق
 کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
 مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

مدی برحق

سب اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں مجبوس
 خاور کے ثوابت ہوں کہ افزنگ کے ستارہ!
 پیران کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں
 نے جدتِ گفتار ہے نے جدتِ کردار!
 ہیں اہل سیاست کے وہی کنہ خم و بیج
 شاعر اسی افلاسِ تخیل میں گرفتار!
 دنیا کو ہے اس مدی برحق کی ضرورت
 ہو جس کی نگہ زلزلہٴ عالم افکار!

مومن

(دنیا میں)

ہو حلقہٴ یاروں تو برہیم کی طرح نرم
 رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!
 افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش
 خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن!
 بچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
 جبریل و ہر فیل کا صیاد ہے مومن!

(جنت میں)

کہتے ہیں فرشتے کہ دلاویز ہے مومن
 حدود کو شکایت ہے کم آمیز ہے مومن!

محمد علی باب

تھی خوب حضورِ علما باب کی تقریر
 بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعرابِ سنوآت!
 اس کی غلطی پر علمائے متبسم
 بولا تمہیں معلوم نہیں میرے مقامات!
 اب میری لامت کے تصدیق میں میں آزاد
 مجبوس تھے اعراب میں تشران کے آیات!

تقدیر

(ابلیس دیرواں)

ابلیس

اے خلیفے کن نکال مجھ کو نہ تھا آدم سے پیر
 ادا وہ زندانی نزدیک و دور و دیر و زور

حرفِ انگبارِ تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود
یہ زوال

کب کھلا تجھ پر یہ رازِ ہیکار سے پہلے کہ بعد؟
ابلیس

بعد! اے تیری تجلی سے کمالاتِ وجود!
یہ زوال

(دشمنوں کی طرف دیکھ کر)

پستیِ فطرت نے سکھائی ہے یہ حجت اے
کتا ہے 'تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود'
وے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام
ظالم اپنے شعلہ سوزاں کو خود کتا ہے ودا

(ماخوذ از محی الدین ابن عربی)

اے روح محمد!

شیرازہ ہوا منتِ مرحوم کا ابتر!
 اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے!
 وہ لذتِ آشوب نہیں بھرِ طرب میں
 پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے!
 ہر چند ہے بے فتانہ و مرحلہ و زاد
 اس کوہِ دیباہاں سے صدی خوان کدھر جائے!
 اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمد!
 آیاتِ الہی کا ٹکسبان کدھر جائے!

مذہبِ اسلام

بتاؤں تجھ کو مسلمان کی زندگی کیا ہے
 یہ ہے نہایتِ لذتِ و کمالِ و جنوں!
 طلوع ہے صفتِ آفتابِ اس کا غروب
 یگانہ اور مسمالِ زمانہ گوناگوں!
 نہ اس میں عصرِ رواں کی حیا سے بیزاری
 نہ اس میں عہدِ کس کے فناء و افسوں!
 حقایقِ ابدی پر اس ہے اس کی
 یہ زندگی ہے نہیں ہے ظلمِ افلاطون!
 عناصر اس کے ہیں روح القدس کا فوقِ جمال
 بحکم کا حُسنِ طبیعتِ عرب کا سوزِ دروں!

امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
 حق تجھے میری طرح صاحبِ امراد کرے
 ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
 جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
 موت کے آنے میں تجھ کو دکھا کر بخیر دست
 زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
 دے کے احساسِ نیاں تیرا ہو گا دے
 فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
 فقہِ امت بیضا ہے امامت اس کی
 جو مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرے

فقر و راہی

کچھ اور چیز ہے شاید تیری مسلمانی
 تری نگاہ میں ہے ایک فقر و رہبانی!
 سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
 فقیر کا ہے سفید ہمیشہ طوفانی!
 پسند روح و بدن کی ہے دائود اس کو
 کہ ہے نہایت مومن خودی کی عربانی!
 وجود صیرفی کائنات ہے اس کا
 اے خبر ہے یہ باقی ہے اور وہ فانی
 اسی سے پوچھ کر پیشِ نگاہ ہے جو کچھ
 جہاں ہے یا کہ فقط رنگ و بو کی طغیانی!
 یہ فقر مردِ مسلمان نے کھودیا جب سے
 رہی نہ دولتِ سلطانی و سلیمانی!

غزل

تیری مستاعِ حیاتِ علم و ہنر کا سرور
 میری مستاعِ حیاتِ ایک دلِ نامبور!
 معجزۂ اہل منکر فلسفۂ پیچ پیچ
 معجزۂ اہل ذکر موسیٰ و فرعون و طہار
 مصلحتاً کر دیا میں نے مسلمان تھے
 تیرے نفس میں نہیں گرمیِ یوم النشور
 ایک زمانے سے ہے چاک گریباں مرا
 تو ہے ابھی ہوش میں! میرے جنوں کا قصور
 فیضِ نظر کے لئے ضبطِ سخن چاہیے!
 حرفِ پریشاں نہ کہ اہلِ نظر کے حضور
 خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
 عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور!

تسلیم و رضا

ہر شے سے یہ نکتہ پیچیدہ ہے پیدا
 پودوں کو بھی احساس ہے پنائے فضا کا!
 ظلمت کدہ خاک پہ شاکر نہیں رہتا
 ہر لحظہ ہے دانے کو جنوں نشو و نما کا!
 فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر رايو عمل بند
 مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا!
 جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے!
 اے مروجہ خدا ملک خدا تنگ نہیں ہے!

نکتہ توحید

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
 ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہئے !
 وہ دیر شوق کہ پوشیدہ لالہ میں ہے
 طریقی شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہئے !
 سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
 توحید و منصب سے بیگانہ ہو تو کیا کہئے !
 جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا
 تری نگاہِ غلامانہ ہو تو کیا کہئے !
 مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
 روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے !

الہام اور آزادی

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ الہام
 ہے اس کی محسوس کردہ عمل کے لئے ہمہ گیر!
 اس کے نفسِ گرم کی تاثیر ہے ایسی
 ہو جاتی ہے خاکِ چمنستاں شررِ آمیز!
 شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار
 کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغِ ان سحر خیز!
 اس مردِ خود آگاہ و خداست کی صحبت
 دیتی ہے گدازوں کو شکوہِ جم و پردیز!
 محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
 غارت گرِ اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز!

جان و تن

عقل مت سے ہے اس پیچاک میں ابھی ہوئی
روح کس جوہر سے خاک تیرو کس جہر سے ہے
میری شکل؟ مستی و شور و سرور و درد و داغ
تیری شکل؟ سے ہے ساغر کہ سے ساغر سے ہے!
ارتباط حرف بمعنی؟ اختلاط جان و تن؟
جس طرح اٹکر قبا پوشش اپنی خاک تر سے ہے!

لاہور و کراچی

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر!
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدہ و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر!

آہ! اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں
حرف لا تدع مع الله الها آخر!

نبوت

میں نہ عارف نہ عابد نہ محدث نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
اں مگر عالم اسلام پر رکھتا ہوں منظر
ناش ہے مجھ پر ضمیر فلک نیلی فام!
عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام
وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام!

آدم

ظلم بود و عدم جس کا نام ہے آدم
خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہ سخن!
زمانہ صبح ازل سے رہا ہے محو سفر
مگر یہ اس کی تگ و دو سے ہو سکا کہن!
اگر نہ ہو تجھے ابھن تو کھول کر کہہ دوں
وجود حضرت انسان نہ روح ہے نہ بدن!

مکہ اور حبشہ

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم!
تفریقِ مل حکمتِ انسانگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم!

مجھے نے دیا خاک جینوا کو یہ پیغام
جمیتِ اقوام کہ جمیتِ آدم؟

اے پیرِ حرم

اے پیرِ حرم رسم و رو خانقہ چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا
تو ان کو سکھا غامہ شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انہیں فنِ شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا
کہ جاتا ہوں میں زورِ جنوں میں ترے امرا
مجھ کو بھی صلہ دے مری آشفقتِ سری کا!

مہدی

قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف
 یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغِ چمن کو
 مجذوبِ فرہنگی نے باندازِ سنہرنگی
 مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
 لے لے وہ کہ تو مہدی کے تخیل سے ہے بیزار
 نوید نہ کر آہوئے مشکبیں سے خشن کو
 ہو زندہ کفن پوشش تو میت اسے سمجھیں
 یا چاک کریں مردِ کبراں کے کفن کو؟

مردِ مسلمان

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
 گرفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!
 قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
 یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان!
 ہمسایہ جبیلِ امیں بندۂ خاکی
 ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشان!
 یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
 قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن!
 قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
 دنیا میں بھی میزانِ قیامت میں بھی میزان!
 جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبِ نیم!
 دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!

فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز
 آہنگ میں بیکتِ صفتِ سورۃِ رحمن!
 بنتے ہیں مری کارگوِ منکر میں انجم
 لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان!

پنجابی مسلمان

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
 کرے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد!
 تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
 ہو کیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد!
 تاویل کا پسندا کوئی صیاد لگا دے
 یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد!

آزادی

ہے کس کی یہ جرات کہ مسلمان کو ٹوٹے
 حریتِ انکار کی نعمت ہے خدا داد
 چاہے تو کرے کبے کو آتش کدہ پاس
 چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
 قرآن کو باز یحیٰ تامل بنا کر
 چاہے تو خود اک ترازہ شریعت کرے ایجاد
 ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
 اسلام ہے عبوس مسلمان ہے آزاد !

اشاعت اسلام فرنگستان میں

ضمیر اس مذہب کا دین سے ہے خالی
 فریگیوں میں اخوت کا ہے نسب پر قیام
 بند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں
 قبولِ دینِ مسیحی سے برہن کا مقام
 اگر قبول کرے دینِ مصطفیٰ انگریز
 سیاہ روز مسلمان رہے گا پھر بھی غلام!

لاوالا

فضلے نور میں کرتا نہ شاخ و برگ و برپیدا
 سفرِ خاکی شہبستاں سے نہ کر سکتا اگر داد
 نہاد زندگی میں ابتدا لا انتہا لا
 پیامِ موت ہے جب لا ہوا لا سے بیگانہ!

وہ ملت روح جس کی لاسے اُگے بڑھ نہیں سکتی!
یقین جانو ہوا لب ریز اس ملت کا چمکانہ!

امرائے عرب سے

کرے یہ کافر ہندی بھی جرأتِ گفتار
اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی!
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو
وصالِ مصطفوی، افستراقِ بولہبی!
نہیں وجودِ حدود و ثغور سے اس کا
محمدؐ عربی سے ہے عالمِ عربی!

احکامِ الہی

پابندیِ تقدیر کہ پابندیِ احکام^۹
 یہ مسئلہ مشکل نہیں اسے مردِ خردمند
 اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
 ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خوشند
 تقدیر کے پابند نہات و جمادات
 مومن فقط احکامِ الہی کا ہے پابند!

موت

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے!
 اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے!
 مہ دستارہ مثالِ شرارہ یک دو نفس
 نئے خودی کا ابد تک سرور رہتا ہے!
 فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
 ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے!

قُمُّ بَاذِنِ اللّٰہ

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قُمُّ بَاذِنِ اللّٰہ
 وہی زمیں وہی گردوں ہے قُمُّ بَاذِنِ اللّٰہ
 کیا نوائے اناج کو آتشیں جس نے
 تری رگوں میں وہی خوں ہے قُمُّ بَاذِنِ اللّٰہ
 غمیں نہ ہو کہ پرگندہ ہے شعور تیرا
 فریگیوں کا یہ افسوں ہے قُمُّ بَاذِنِ اللّٰہ

تعلیم و تربیت

مقصود

(سپینوزا)

نظر حیات پر رکھتا ہے مرد دانشمند
حیات کیا ہے ؟ حضور و مسود و نور و وجود

فلاطون

نگاہ و موت پر رکھتا ہے مرد دانشمند
حیات ہے شب و تاریک میں شرر کی نمود

— — — — —

حیات و موت نہیں التفات کے لائق
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

زمانہ حاضر کا انسان

عشق ناپید و خدائے گردش صورتِ مار
 عقل کو تابعِ منہاں نظر کر نہ سکا
 ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزندگاہوں کا
 اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا!
 اپنی حکمت کے خم و پیچ میں ابھرا ایسا
 آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا!
 جس نے سوچ کی شعلوں کو گرفتار کیا
 زندگی کی شبِ تابیکِ سحر کر نہ سکا!

اقوام مشرق

نظر آتے نہیں بے پردہ حقایق اُن کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور
زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرہنگی دینیت کہ جو ہے خود لبِ گور!

آگاہی

نظرِ سپر پر رکھتا ہے جو ستارہ شناس
نہیں ہے اپنی خودی کے مقام سے آگاہ
خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے ملکوتِ صبح و شام سے آگاہ
وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محرم
وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ!

مصلحین مشرق

میں ہوں نوید تیرے ساقیان سامری فن سے
کہ بزمِ خاواں میں لے کے آئے ستائیں خالی!
نئی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیبِ دامن میں
پرانی مجلسوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی!

مغربی تہذیب

فسادِ قلب و نظر ہے سنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عقیقت!
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے تاپید
ضمیر پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف!

اسرارِ پیدا

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
 ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد
 ناپہیزِ جہانِ مہ و پردیں ترے آگے
 وہ عالمِ مجبور ہے تو عالمِ آزاد !
 موجوں کی تپش کیا ہے ؟ فقط فوقِ طلب ہے
 پنہاں جو صدف میں ہے وہ دولت ہے خداداد !
 شاہیں کبھی پرواز سے تنگ کر نہیں گرتا
 پُر دم ہے اگر تُو تو نہیں خطرِ افتاد !

سلطان شیو کی وصیت

تو رہ نورد عشق ہے ؟ منزل نہ کر قبول !

یہاں بھی ہم نشیں ہو تو محل نہ کر قبول !

اے جوئے آبِ بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز !

ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول !

کھویا نہ جا صنم کدو کائنات میں !

محل گداز ! گرمی محفل نہ کر قبول !

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے

جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول !

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے

شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول !

غزل

نہ میں انجی نہ ہندی نہ عراقی و حجازی
 کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں سے بے نیازی
 تو مری نظر میں کافر میں تری نظر میں کافر
 ترا دیں نفس شماری مرا دیں نفس گدازی!
 تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت
 کہ موافق تمدنوں نہیں دین شہبازی!
 ترے دشت و در میں مجھ کو وہ جنوں نظر نہ آیا
 کہ مکھاسکے خرد کو رہ و رسم کار سازی!
 نہ جدا رہے نوا گرتب و تاب زندگی سے
 کہ ہلاکتی امم ہے یہ طریق نے لوازی!

بیداری

جس بندہ حق میں کی خودی ہو گئی بیدار
 شمشیر کی مانند ہے برآمدہ و براق!
 اُس کی تلخ شوخ پہ ہوتی ہے نمودار
 ہر فرقہ میں پوشیدہ ہے جو قوتِ اشراق
 اُس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
 تو بندہ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق!
 تجھ میں ابھی پیدا نہیں ساحل کی طلب بھی
 وہ پاکِ فطرت سے ہوا محرمِ اعماق!

خودی کی تربیت

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
 کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز!
 یہی ہے سترِ کلیسی ہر اک زمانے میں
 ہوائے دشت و شیب و شبانی شب و روز!

آزادی منکر

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی
 رکھتے نہیں جو فکر و تدبیر کا سلیقہ
 ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار
 انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

خودی کی زندگی

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
 نہیں ہے بجز و طغرل سے کم شکو و فقیر!
 خودی ہو زندہ تو دریائے بکراں پایاب
 خودی ہو زندہ تو کسار پرینان و حریر!
 ننگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد
 ننگ مردہ کو موجِ سہراب بھی زنجیر!

حکومت

ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن
 شیخ و ملا کو بُری لگتی ہے درویش کی بات!
 قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متلوع کردار
 بحث میں آتا ہے جب فلسفہ ذات و صفات!
 گرچہ ہیں دیر کمن کا ہے یہ دستورِ قدیم
 کہ نہیں میکدہ و ساقی و مینا کو ثبات!
 قسمتِ بادہ مگر حق ہے اسی ملت کا
 اُٹھیں جس کے جوانوں کو ہے تنخابِ حیات!

ہندی مکتب

اقبال! یہاں نام نہ لے عظیم خودی کا
 موزوں نہیں مکتب کے لئے ایسے مقالات
 بہتر ہے کہ پچارے مولوں کی نظر سے
 پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات!
 آزاد کی اک آن ہے محکوم کا اک سال
 کس درجہ گراں سیر ہیں محکوم کے اوقات!
 آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیت
 محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاعیات!
 آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور
 محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات
 محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا
 ہے بندۂ آزاد خود اک زندہ کرامات!

حکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی
موسیقی و صورت گری و علم نباتات!

تربیت

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ حبسگر ہے علم ہے سوزِ دماغ
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ اتھ آتا نہیں اپنا سراغ!
اہل دانش عام ہیں کم یاب ہیں اہل نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاز!
شیخِ محبت کے طریقوں سے کشادہ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ!

خوب و زشت

ستارگانِ فضا بے نیلگوں کی طرح
تختِ دات بھی ہیں تالیخِ طلوع و غروب!
جہاں خودی کا بھی ہے صاحبِ فرازِ نشیب
یہاں بھی معرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب!
نود جس کی فرازِ خودی سے ہو وہ جمیل
جو ہو نشیب میں پیدا بقیع و نامحبوب!

مرگِ خودی

خودی کی موت سے مغرب کا اندھوں بے نور
خودی کی موت سے مشرق ہے ہلکے جذام!
خودی کی موت سے رُوحِ عرب ہے بے تب و تاب
بدنِ عراقی و علم کا ہے بے عروق و عظام!

خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر
 قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام!
 خودی کی موت سے پیڑِ حرم ہوا عبور
 کہ بیچ کھائے مسلمان کا جامہٴ احرام!

مہمانِ عزیز

پُر ہے انکار سے ان مدرسہ والوں کا ضمیر
 خوب و ناخوب کی اس دور میں ہے کس کو تمیز!
 چاہئے خانہٴ دل کی کوئی منزل خالی
 شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز!

عصرِ حاضر

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا کھیتی ہے ہر چیز کو خام؛
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام؛
مردہ لا دینی افکار سے افزائش میں عشق
عقل بے ربطی افکار سے مشرق میں غلام؛

طالب علم

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بھرکی موجوں میں اضطراب نہیں؛
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں؛

امتحان

کما پاڑ کی ندی نے سنگ دیزے سے
 قنادگی و سرانگندگی تری سراج
 ترا یہ حال کہ پانال و درد مند ہے تو
 مری یہ شان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج!
 جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا
 کسے خبر کہ تو ہے سنگِ خاہ یا کہ زجاج!

مدرسہ

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
 قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ محاش!
 دل لرزتا ہے حریفانہ نشانش سے ترا
 زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش!

اُس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
 جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش
 فیضِ فطرت نے تجھے دیدہٴ شاہیں بخشا
 جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش
 مدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو
 خلوتِ کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش !

حکیمِ نطشہ

حریفِ نکتہ توحید ہو سکا نہ حکیم
 نگاہ چاہئے اسرارِ لالہ کے لئے
 خدنگِ سینہٴ گردوں ہے اس کا فکرِ بلند
 کند اس کا تخیل ہے ہر دم کے لئے
 اگرچہ پاک ہے طینت میں رہی اس کی
 ترس رہی ہے مگر لذتِ گنہ کے لئے !

اساتذہ

مقصد ہو اگر تربیتِ نعل بدخشاں
 بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو!
 دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
 کیا مدرسہ کیا مدرسہ والوں کی تنگ و دروا
 کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی مامت
 وہ کمنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

غزل

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سراغ
 اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ!
 میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
 نہیں ہے بندہ خُر کے لئے جہاں میں فراغ
 فروغِ منبریاں خمیدہ کر رہا ہے تجھے
 تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ مازاغ!

وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس دو نفس!
 چمک رہے ہیں مثالِ ستارہ جس کے ایلخ!
 کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کورہ ذوق اتنا
 صبا سے بھی نہ ملتا تجھ کو بونے غلّی کا سراغ!

دین و تسلیم

مجھ کو معلوم ہیں سپہراںِ حرم کے انداز
 ہونہ اخلاص تو دعویٰ نظرِ لاف و گزاف
 اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
 ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
 اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
 قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف!
 فطرتِ انسان سے اخلاص بھی کر لیتی ہے
 کہیں کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

جاوید سے

(۱)

خاتِ گریہ دیں ہے یہ زمانہ ہے اس کی نہاد کافرانہ
 دربارِ شمنشی سے خوشتر مردانِ خدا کا آستانہ !
 لیکن یہ دورِ ساحری ہے انداز میں سب کے جادوانہ !
 سرچشمہٴ زندگی ہوا تنگ باقی ہے کہاں سے شبانہ !
 خالی ان سے ہوا دبتاں تھی جن کی نگاہ تازیانہ !
 جس گھر کا مگر چراغ ہے تو ہے اس کا مذاق عارفانہ !
 جوہر میں ہو لالہ تو کیا خوف تعلیم ہو گونہ نگہبانہ !
 شاخِ گل پر چمک ولیکن کر اپنی خودی میں آشیانہ !
 وہ بھر ہے آدمی کہ جس کا ہر قطرہ ہے بھر بیکرانہ !
 دہقان اگر نہ ہو تن آساں ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ !

”غافل منشیوں نہ وقت بازی ست

وقت ہنرست و کار سازی ست“

(۲)

سینے میں اگر نہ ہو دلِ گرم رہ جاتی ہے زندگی میں خامی !
 پنچیر اگر ہو زیرِک دُھست آتی نہیں کامِ کمنہ دمی !
 ہے آبِ حیات ہی جہاں میں شرط اس کے لئے ہے تشہِ کامی !
 غیرت ہے طریقتِ حقیقی غیرت سے ہے فقر کی تمامی
 اے جانِ پر نہیں ہے ممکن شاہیں سے تقدو کی غلامی
 نایاب نہیں متاعِ گفتار صد نور می و ہزار جامی !
 ہے میری بساط کیا جہاں میں بس ایک فغانِ زیرِ بامی
 اک صدقِ مقال ہے کہ جس سے میں حشیم جہاں میں ہوں گرامی
 اللہ کی دین ہے جسے میراث نہیں بلند نامی
 اپنے نورِ نظر سے کیا خوب فرماتے ہیں حضرت نظامی
 "جائے کہ بزرگِ بادیت بود

فرزندِ منِ نداردت سودا

(۳)

مومن پہ گراں ہیں یہ شبِ دروز دین و دولت تمام باڑی !
 ناپید ہے بندہ عملِ ست باقی ہے فقط نفسِ درازی !
 ہمت ہو اگر تو ٹھونڈ و فقر جس فقر کی اصل ہے حجازی
 اس فقر سے آدمی میں پیدا اللہ کی شانِ بے نیازی !
 کج تنگ و حمام کے لئے موت ہے اس کا مقام شبِ بازی !
 روشن اس سے خرد کی گھٹیس بے سرمہ بو علی درازی !
 چھل اس کا شکوہ محمود فطرت میں اگر نہ ہو ایازی
 تیری دنیا کا یہ سراسیل رکھتا نہیں فوق نے نوازی
 ہے اس کی نگاہِ عالم آشوب در پردہ تمام کار سازی !
 یہ فقر غیور جس نے پایا بے تیغ و سنان ہے مرغِ بازی

مومن کی اسی میں ہے امیری

اللہ سے مانگ یہ فقیری

عنورت

مرد و زن

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مرد و پروں
فساد کا ہے فتنہ نگہ معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں!

ایک سوال

کوئی بڑے چھ حکیم یورپ سے
ہندویناں ہیں جس کے حلقہ بگوش!
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال؟
مرد بیکار و زن تہی آغوش!

پیکر و

بہت تنگ بدلے سپر بریں نے
 خدایا یہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے
 تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں نے
 وہ خلوت نشیں ہے ایہ خلوت نشیں ہے !
 ابھی تک ہے پردے میں اولاد آدم
 کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے !

خلوت

رُسا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
 روشن ہے نگہ آئینہ دل ہے مکدر
 بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حد سے
 ہو جاتے ہیں افکار پر گندہ و ابتر !

آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
 وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر
 خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر و لیکن
 خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر

عورت

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
 اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز و دروں
 شرف میں بڑھ کے ٹڑیا سے مشتِ خاک اُس کی
 کہ ہر شرف ہے اسی موج کا دُرِ کمینوں !
 مکالماتِ مفاہاتوں نہ مکہ سکی لیکن
 اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرابِ افلاطون !

آزادی نسواں

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ نہر ہے وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہ کے بنوں اور لمبی معنوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
بجور ہیں معذور ہیں مردان خردمند
کیا چیز ہے آرایش و قیمت میں زیادہ
آزادی نسواں کہ نرمز کا گلو بند؟

عورت کی حفاظت

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے ستور
 کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں سے ہوسرد
 نے پر وہ نہ تعلیم، نہ نئی ہو کہ پرانی
 نسوانیت زن کا نگہاں ہے فقط مرد
 جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
 اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

عورت اور تعلیم

تہذیبِ فزنی ہے اگر مرگِ اوست
 ہے حضرتِ انساں کے لئے اس کا ثمر موت!
 جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
 کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت!
 بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن
 ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت!

عورت

جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منتِ غیر
 غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود!

راز ہے اس کے تپِ غم کا یہی نکتہٴ شوق
 آتشِ لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود!

کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات
 گرم اسی آگ سے ہے سرکہٴ بود و نمود!

میں بھی مظلومِیٰ سوال سے ہوں غمناک بہت
 نہیں ممکن مگر اس عقدہٴ خُشک کی کشود!

ادبیات، فنون الطیفہ

دین و مہنر

سرود و شعر و سیاست کتاب و دین و مہنر
 گر ہیں ان کی گرہ میں تمام یکدانہ !
 ضمیرِ بندۂِ خاکی سے ہے نمودِ ان کی
 بلند تر ہے ستاروں سے اُن کا کاشانہ !
 اگر خودی کی حفاظت کریں تو عینِ حیات
 نہ کر سکیں تو سراپاِ فسون و افسانہ !
 ہوئی ہے زیرِ فلک اُمتوں کی رُسوائی
 خودی سے جب ادب و دین بچتے ہیں بگاد !

تخلیق

جہاں تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
 کہ رنگِ دشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا!
 خودی میں ڈوبنے والوں کے غمِ دہمت نے
 اہل آبجو سے کئے بحسبِ سبکیاں پیدا!
 وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
 جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا!
 خودی کی موت سے مشرق کی سرزمینوں میں
 ہوا نہ کوئی حسدائی کا رازِ داں پیدا!
 ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے
 عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم عنان پیدا!

جنوں

زجاج گر کی دکان شاعری و ملائی
 ستم ہے خوار پھرے دشت و در میں دیوانہ
 کے خبر کہ جنوں میں کمال اور بھی ہیں
 کریں اگر اسے کوہ و کمر سے بیگانہ !
 هجوم مدرسہ بھی سازگار ہے اس کو
 کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے دیوانہ !

اپنے شعر سے

ہے گلہ مجھ کو تری لذتِ پیدائی کا
 تو ہوا فاش تو ہیں اب مے اسرار بھی فاش !
 شعلہ سے ٹوٹ کے مشیل شررِ آوارہ نہ رہ
 کہ کسی سینہ پُر سوز میں خلوت کی تلاش !

پیرس کی مسجد

مری نگاہ کمال ہنسہ کو کیا دیکھے
 کہ حق سے یہ حرم مغربی ہے بیگانہ!
 حرم نہیں ہے، منہ لگی کرشمہ بازوں نے
 تین حرم میں چھپا دی ہے روح بُت خانہ!
 یہ بُت کہہ انہیں غارت گروں کی ہے تعمیر
 وِشقِ ناتقہ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ!

ادبیات

عشق اب پیروی عقل خدا داد کرے
 آبرو کوچہ حبا ناں میں نہ برباد کرے
 کندہ پیکر میں نئی روح کو آباد کرے
 یا کہن روح کو تقلید سے آزلو کرے

نگاہ

بہار و قافلہ لالہ اے صحرائی
 شباب و سستی و ذوق و سرور و رعنائی
 لذت خیزی رات میں یہ چشمیں ستاروں کی
 یہ بھرا یہ فلک نیلگوں کی پہنائی !
 سفر و دس قمر کا عمارت شب میں
 طلوع صحر و سکونت سپرِ مینائی !
 نگاہ ہو تو بہاے نظارہ کچھ بھی نہیں
 کہ بچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی !

مسجد قوت الاسلام

ہے سرے سینہ پے نور میں اب کیا باقی
 لا الہ مردہ و افسردہ و بے ذوق نمود
 چشمِ فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو
 کہ ایازی سے دگرگوں ہے مقامِ محمود
 کیوں مسلمان نہ نخل ہو تیری سنگینی سے
 کہ غلامی سے ہر امثال زجاج اس کا وجود
 ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
 جس کی تحبیر میں ہو مسرکہ بود و نمود
 اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت وہ گداز
 بے تب و تاب دروں میری صلوة اور درود
 ہے مری بانگ اذان میں نہ بلندی نہ کلوہ
 کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلمان کا سجود

تبیات

تری خودی سے ہے روشن ترا حرم وجود
 حیات کیا ہے ؟ اُسی کا سرور و سوز و ثبات
 جُند تر مہ و پردیں سے ہے اسی کا مقام
 اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات و صفات
 حرم تیرا خودی غیب کی ! معاذ اللہ
 دوبارہ زندہ نہ کر کار و بارِ لات و منات !
 یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تو نہ رہے !
 رہا نہ تو ، تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات !

شعاعِ امید

(۱)

سورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام
 دنیا ہے عجب چیز! کبھی صبح کبھی شام!
 مدت سے تم آوارہ ہو پہنائے فضا میں
 بڑھتی ہی چلی جاتی ہے بے مہرِ ایام!
 نے ریت کے ذروں پہ چھکنے میں ہے ریت
 نے مثلِ صبا طوفِ گلِ ولالہ میں آرام!
 پھر میرے تجلی کدے دل میں سما جاؤ
 چھوڑو چمنستان و بیابان و در و بام!

(۲)

آفاق کے ہر گوشہ سے اُٹتی ہیں شعاعیں
 بکھڑے ہوئے غورِ شیدے ہوتی ہیں ہم آغوش!

اک شور ہے مغرب میں اُجالا نہیں ممکن
 افراگ شینوں کے دھوئیں سے ہے سیہ پوش!
 مشرق نہیں گو لذتِ نظارہ سے محروم
 لیکن صفتِ عالمِ لاہوت ہے خاموش!
 پھر ہم کو اُسی سینہٴ روشن میں چھالے
 اے مہرِ جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش!

(۱۳)

اک شوخ کرن، شوخ مثالِ حور
 آرام سے فارغ صفتِ جوہرِ سیماب!
 بولی کہ مجھے رخصتِ تنویرِ عطا ہو
 جب تک نہ ہو مشرق کا ہر اک ذرہ جہاں تاب!
 چھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو
 جب تک نہ اٹھیں خواب سے مڑاں گُلِ خواب!

خاور کی اسیدوں کا یہی خاک ہے مرکز
 اقبال کے انگلوں سے یہی خاک ہے سیراب
 چشم مر و پرویں ہے یہی خاک سے روشن
 یہ خاک کہ ہے جس کا خرف ریزہ در تاب
 اس خاک سے اٹھے ہیں وہ خواہی معافی
 جن کے لئے ہر بھر پر آشوب ہے پایاب
 جس ساز کے نغموں سے حرارت تھی دلوں میں
 محفل کا وہی ساز ہے بیگانہ مضراب
 بت خانے کے دروازہ پہ سوتا ہے برہمن
 تقدیر کو روتا ہے مسلمان تو مخراب
 مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے خد کر
 فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کرا

اسید

مقابلہ تو زمانے کا خوب کرتا ہوں
 اگرچہ میں نہ سپاہی ہوں نے امیرِ جنود
 مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور
 عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرود
 جبیں بسندِ حق میں نمود ہے جس کی
 اُسی جلال سے لہریز ہے ضمیر و جود
 یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں
 کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود
 غمیں نہ ہو کہ بہت دور ہیں ابھی باقی
 نئے ستاروں سے خالی نہیں سپرِ کود

۵۔ ریاض منزلِ دولت کہ سرِ داسِ سعد، لہجہ پال میں لکھے گئے۔

نگاہِ شوق

یہ کائنات چھپاتی نہیں منیر اپنا
 کہ ذرہ ذرہ میں ہے ذوقِ آشکارائی!
 کچھ اور ہی نظر آتا ہے کار و بارِ جہاں
 نگاہِ شوق اگر ہو شریکِ بینائی!
 اسی نگاہ سے محکوم قوم کے مسرند
 ہوئے جہاں میں سزاوارِ کارِ فرمائی!
 اسی نگاہ میں ہے متاہری و تجاری
 اسی نگاہ میں ہے دلبہری و رعنائی!
 اسی نگاہ سے ہر ذرہ کو جنوں میرا
 سکھاتا ہے رہ و رسمِ دشتِ پیمائی!
 نگاہِ شوق منیر نہیں اگر تجھ کو
 ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی!

اہل ہنر سے

مرد مرد و مشتری چند نفس کا فروغ
 عشق سے ہے پائز تیسری خودی کا وجود
 تیرے دم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک
 تنگ ہے تیرے لئے مسخ و سپید و کبود
 تیری خودی کا غیاب معرکہ ذکر و فکر
 تیری خودی کا حضور عالم شعر و سرود
 روح اگر ہے تیری رنج غلامی سے ناز
 تیرے ہنر کا جہاں دیر و طواف و سجود
 اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو
 تیری سپہ انس و جن! تو ہے امیر جنود!

غزل

دریا میں موتی ! اے موج بے باک !
 ساحل کی سوغات ہر خار و خس و خاک !
 میرے شرر میں بجلی کے جوہر
 لیکن نیستیاں تیرا ہے نمناک !
 تیرا زمانہ تاشیر تیری !
 ناداں ! نہیں یہ تاشیر افلاک !
 ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے
 جس نے یئے ہیں تقدیر کے چاک !
 کمال وہی ہے رندی کے فن میں
 مستی ہے جس کی بے منت تاک !
 رکھتا ہے اب تک می خانہ شرق
 وہ می کہ جس سے روشن ہو ادراک !

✓ اہل نظر ہیں یورپ سے نو مسلمہ
 ان اُمتوں کے باطن نہیں پاک!

وجود

اے کہ ہے زیرِ فلکِ مثلِ شررتیری نمود
 کون سمجھائے تجھے کیا ہیں مقاماتِ وجود
 گر ہنر میں نہیں تمسیرِ خودی کا جوہر
 داسے صورتِ گرمی و شاعری دناے و سرود
 کتب و می کہہ جز دریں نمودن ندمند
 بودن آموز کہ ہم باشی و ہم خواہی بود!

مسرود

آیا کہاں سے ناز نے میں سرور سے
 اہل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوب نے؟
 دل کیا ہے؟ اس کی سستی دقت کہاں سے ہے؟
 کیوں اس کی اک نگاہ الٹی ہے تخت کے؟
 کیوں اس کی زندگی سے ہے اقوام میں حیات؟
 کیوں اس کے واردات بدلتے ہیں پے پے؟
 کیا بات ہے کہ صاحب دل کی نگاہ میں
 جھپتی نہیں ہے سلطنتِ روم و شام و رے؟
 جس روز دل کی رمز مفتی سمجھ گیا
 سمجھو تمام مرحلہ اٹے ہنر میں طے!

نسیم و شبہنم

انجم کی فضا تک نہ ہوئی میری رسائی
 کرتی رہی میں پیرہن لالہ و گل چاک!
 عیور ہوئی جاتی ہوں میں ترک وطن پر
 بے ذوق ہیں بلبل کی نوا اے طرناک!
 دونوں سے کیا ہے تجھے تقدیر نے محرم
 خاک چمن اچھی کہ سرا پرہ افلاک؟
 شبہنم

کیسے نہیں نہ اگر تجھے کو چمن کے خس و خاشاک
 گلشن بھی ہے اک ستر سرا پرہ افلاک!

اہرام مصر

اس دشتِ جگر تاب کی خاموش فضا میں
 فطرت نے فقط ریت کے ٹیلے کئے تعمیر
 اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک
 کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر؟
 فطرت کی غلامی سے کر آزاد مہر کو
 صیاد ہیں مردانِ ہنرمند کہ نہ بچھیر؟

مخلوقاتِ مہر

ہے یہ فردوس نظر اہل ہمسہ کی تعمیر
 ناش ہے چشم تماشا پہ نہا خاندِ فات
 نہ خودی ہے نہ جانِ سحر و شام کے دور
 زندگانی کی حریفانہ کشاکش سے نہات

آہ! وہ کانسپر بچا رہ کہ ہیں اس کے صنم
عصر رفتہ کے وہی ٹوٹے ہوئے لات و منات!
تو ہے میت! یہ ہنر تیرے جنازے کا امام!
نظر آئی جسے مرقد کے شبہتاں میں حیات!

اقبال

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا ستائی
مشرق میں ابھی نمک ہے وہی کاسہ وہی آتش!
حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اک مروتلسد نے کیا رازِ خودی فاش!

فنون لطیفہ

اے اہل نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
 جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا!
 مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
 یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا!
 جس سے دِل دریا مستلاطم نہیں ہوتا
 اے قطرۂ فیماں وہ صدف کیا وہ گہر کیا!
 شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
 جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا!
 بے مجوزہ دُعا میں اُبھرتی عینِ تو میں
 جو ضربِ کلیسی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

صبحِ حِمْیَر

پھول

شاید تو سمجھتی تھی وطن دور ہے میرا
اے قاصدِ افلاک! نہیں! دور نہیں ہے!

شبِ نیم

ہوتا ہے مگر محنتِ پرواز سے روشن
یہ نکتہ کہ گردوں سے زمین دور نہیں ہے!

صبح

مانندِ سحرِ صحنِ گلستاں میں قدم رکھ
آئے تو پاگوہرِ شبِ نیم تو نہ ٹوٹے
ہر کوہ و بیاہاں سے ہم آغوشِ لبیک
ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے!

خاقانی

وہ صاحبِ تحفۃ العرستین
 اربابِ نظر کا قُرۃ العین
 ہے پردہ شگاف اس کا اوراک
 پردے ہیں تمام چاک در چاک!
 خاموش ہے عالمِ معانی
 کتا نہیں حرفِ بنِ ترانی!
 پوچھ اس سے یہ خاکداں ہے کیا چیز
 ہنگامہ ایں د آں ہے کیا چیز
 وہ محرمِ عالمِ مکافات
 اک بات میں کہ گیا ہے سو بات
 "خود یوئے چنیں جہاں توں برد
 کاہلیں بساند و بوالبشر مرد" !

رومی

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک!
 ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک!
 ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک!
 کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک!
 گستاخ ہے تری خودی کا ساز اب تک!
 کہ تو ہے نعمۂ رومی سے بے نیاز اب تک!

جذبت

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
 افلاک منور ہوں ترے نورِ سحر سے!
 خوشید کرے کب ضیاءِ تیرے شر سے!
 ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے!

دیا ملامت ہوں تری موج گھر سے !
 شرمندہ ہو فطرت تری اعجاز ہنر سے !
 اغیار کے انکار و تخیل کی گدائی !
 کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی ؟

مرزا بیدل

ہے حقیقت یا مری چشم غلط ہیں کا فساد
 یہ زمیں یہ دشت یہ کسار یہ چرخ کبودا
 کوئی کتنا ہے نہیں ہے کوئی کتنا ہے کہ ہے
 کیا خبا ہے یا نہیں ہے تیری دنیا کا وجود !
 مرزا بیدل نے کس خوبی سے کھولی یہ گرہ
 اہل حکمت پر بہت مشکل رہی جس کی کشودا
 " دل گرمی دشت و صمت بے نشان بودا میں چمن
 رنگ ہی بیرون نشت از بیکہ میسنا تنگ بودا "

جلال و جمال

مرے لئے ہے فقط زورِ حیدری کافی
 ترے نصیب مسلاطوں کی تیزئی اور اک
 مری نظر میں یہی ہے جمال و زیبائی
 کہ سر بسجود ہیں قوت کے سامنے افلاک !
 نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
 نہ نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتشاک !
 مجھے سزا کے لئے بھی نہیں قبول وہ آگ
 کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بے ہک !

مصوّر

کس درجہ یہاں عام ہوئی مرگِ تخیل
 ہندی بھی منہنگی کا متعلد! غلبی بھی!
 مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے ہزاد
 کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرورِ ازلی بھی!
 معلوم ہیں اسے مردِ ہنر تیرے کمالات
 صنعت تجھے آتی ہے پرانی بھی نئی بھی!
 فطرت کو دکھایا بھی ہے دیکھا بھی ہے تو نے
 آئینہ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی!

سُرودِ حلال

کھل تو جاتا ہے منہ کی کے ہم وزیر سے دل
 نہ رہا زندہ و پائیندہ تو کیا دل کی کشود!
 ہے ابھی سینہ افلاک میں پنہاں وہ نوا
 جس کی گرمی سے گھیل جائے ستاروں کا وجود!
 جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک
 اور پیدا ہو ایاز سی سے مقام محمود!
 مہ و انجسم کا یہ حیرت کدہ باقی نہ ہے
 تو رہے اور ترا زمزمہ لا موجود!
 جس کو مشروع سمجھتے ہیں فقیہانِ خودی
 منتظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک وہ سرود!

میر و حرام

نہ میرے ذکر میں ہے مونیوں کا سوز و سرور
 نہ میرا منکر ہے پیمانہ ثواب و عذاب
 خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے
 فقیر شکر کہ ہے محرم حدیث و کتاب
 اگر تو میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
 حرام میری نگاہوں میں لے دچنگ رباب!

قوارہ

یہ آبجو کی روانی یہ ہم کناری خاک
 مری نگاہ میں ناخوب ہے یہ نظارہ
 ادھر نہ دیکھ ادھر دیکھ لے جواں عزیز
 بلند زویر دروں سے ہوا ہے قوارہ!

شاعر

مشرق کے نیبتاں میں ہے محتاجِ نفس نے!
 شاعر! ترے پینے میں نفس ہے کہ نہیں بچا
 تاثیرِ غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
 اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجی بے!
 شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبو ہو
 شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری سے!
 ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
 بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم کے
 ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلی
 السد کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے!

شعرِ عجب

ہے شعرِ عجم گرچہ طربناک و دلاویز
 اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز
 افسردہ اگر اس کی نوا سے ہو گلستاں
 بہتر ہے کہ خاموش رہے مرغِ سحر خیز
 وہ ضرب اگر کوہ شکن بھی ہو تو کیا ہے
 جس سے متزلزل نہ ہوئی دولتِ پرویز
 اقبال یہ ہے خارِ تراشی کا زمانہ
 ”از ہر چہ بانیسہ نمایند بہ پر میزا“

ہنرورانِ ہند

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیلِ ان کا
 ان کے اندیشہ تاریک میں قوموں کے مزار!

موت کی نقشگری ان کے صنم خانوں میں
 زندگی سے ہنسنا ان برہمنوں کا بیزار!

چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند
 کتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار!

ہند کے شاعر و صورت گرد انسانِ نویس
 آہ! بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار!

مردِ بزرگ

اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبت بھی عمیق !
 قبر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پر شفیع !
 پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں
 ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق !
 انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
 شمعِ محفل کی طح سب سے جدا سب کا رفیق !
 مثلِ غورِ شیدِ سحرِ منکر کی تابانی میں
 بات میں سادہ و آزادہ سخانی میں دقیق !
 اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا
 اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق !

عالمِ نو

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر
 خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر
 اور جب بانگِ ازاں کرتی ہے بیدارے
 کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر
 بدن اس تازہ جہاں کا ہے اسی کی کفِ خاک
 روح اس تازہ جہاں کی ہے اسی کی بکیرا

ایجادِ معانی

ہرچند کہ ایجادِ معانی ہے خدا داد
 کوشش سے کہاں مردِ مہنر مند ہے آزاد
 خونِ رگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
 میخانہِ حافظ ہو کہ بتخانہ بہادر
 بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
 روشن شررِ تیشہ سے ہے خانہٴ منور

موسیقی

وہ نغمہ سسڑی خونِ غزل سرا کی دیل
 کہ جس کو سن کے ترا چہرہ تابناک نہیں
 نوا کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہر آلود
 وہ نے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں !
 پھرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زائیں میں
 کسی چمن میں گریبانِ لالہ چاک نہیں !

ذوقِ نظر

خودی بلبند تھی اُس غول گرفتہ چینی کی
 کما غریب نے حبلاؤ سے دم تیزی
 ٹھہر ٹھہر کہ بہت دکھشا ہے یہ نظر
 خدا میں دیکھ تو لوں تابناکی شمشیر!

شعر

میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن
 یہ نکتہ ہے تالچ ام جس کی ہے تفصیل
 وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے
 یا نغمہٗ جبیریل ہے یا بانگِ سرائیل!

قص و موسیقی

شعر سے روشن ہے جان جبریل و اہرمین
 قص و موسیقی سے ہے سوز و سرور انجمن
 فاش یوں کرتا ہے اک چینی حکیم ہزارین
 شعر گو یا روح موسیقی ہے قص اس کا بدن!

ضبط

طریق اہل دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا
 نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی
 یہ لکھتے پیر دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا
 کہ ہے ضبطِ فعال شیریں، فعالِ رو باہی موشی!

رقص

چھوڑ بھرپ کے لئے رقص بدن کے خم و بیج
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیمِ الٰہی
صلہ اُس رقص کا ہے تشنگی و کامِ دہن
صلہ اس رقص کا درویشی و شاہنشاہی

سیاسیاتِ مشرق و مغرب

اشتراکیت

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم
 بے سود نہیں روس کی یہ گرمی رفتارا
 اندیشہ ہوا شوخی انکار پہ مجبور
 فرسودہ طریقوں سے زمانہ ہوا ہزارا
 انساں کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چپا کر
 کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار!
 قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
 اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
 جو حرفِ قل اعفوا میں پوشیدہ ہے اب تک
 اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!

کارل مارکس کی آواز

یہ علم و حکمت کی مہر بازی یہ بحث و تمکار کی نمائش!
 نہیں ہے دنیا کو اب گوارا پرانے انکار کی نمائش!
 تری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
 خطوطِ خدا کی نمائش! مرید و کعبدار کی نمائش!
 جہانِ مغرب کے جنگدوں میں کلیسیاؤں میں مدرسوں میں
 ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عتسلی عیار کی نمائش!

انقلاب

نہ ایشیا میں نہ یورپ میں سوز و سازِ حیات
 خودی کی موت ہے یہ اور وہ ضمیر کی موت!
 دلوں میں دلولۂ انقلاب ہے پیدا
 قریب آگئی شاید جہانِ پیر کی موت!

خوشامد

میں کارِ جہاں سے نہیں آگاہ و لیکن
 اربابِ نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز
 کہ تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد
 دستورِ نیا اور نئے دور کا آغاز
 معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت
 کہہ دے کوئی اُتو کو اگر راتِ کاشمہاڑا

مناصب

ہوا ہے بسندۂ مومن فتویٰ افزنگ
 اسی سبب سے قلندر کی آنکھ ہے نمناک
 ترے بلندِ مناصب کی خیر ہو یا رب
 کہ ان کے واسطے تو نے کیا خودی کو ہلاک

مگر یہ بات چھپائے سے چھپ نہیں سکتی
 سمجھ گئی ہے اسے ہر طبیعت چالاک
 شریکِ حکم غلاموں کو کر نہیں سکتے
 خریدتے ہیں فقط ان کا جوہر اداک!

یورپ اور یہود

یہ عیش سراواں یہ حکومت یہ تجارت
 دل سینہ بے نور میں محروم تسلی!
 تاریک ہے افزنگِ مشینوں کے دھوئیں سے
 یہ وادیِ ایمن نہیں شایانِ تجلی!
 ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیبِ جوں مرگ
 شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولی!

نفسیاتِ غلامی

شاعر بھی ہیں پیدا علما ٹھکرا بھی
 خالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ!
 مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک
 ہر ایک ہے گوشِ معافی میں بیگانہ!
 ”بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں دم آہو
 باقی نہ رہے شیر کی شیریں کا فسانہ!“
 کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
 تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ!

بلشویک روس

روشِ قضائے آسمانی کی ہے عجیب و غریب
 خبر نہیں کہ ضمیرِ جہاں میں ہے کیا بات !
 ہوئے ہیں کسرِ چلیپا کے واسطے مامور
 وہی کہ حفظِ چلیپا کو جانتے تھے نجات !
 یہ وحیِ دہریتِ روس پر ہوئی نازل
 کہ توڑ ڈال کلیسیائیوں کے لات و منات !

آج اور کل

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں لکھا
 جو آج خود اسروزِ دجگر سوز نہیں ہے !
 وہ قوم نہیں لائقِ ہنگامہ فردا
 جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے !

مشرق

مری نوا سے گریبانِ لالہ چاک ہوا
 نسیمِ صبحِ چمن کی تلاش میں ہے ابھی
 نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
 کہ روجِ شرقِ بدن کی تلاش میں ہے ابھی
 مری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن
 زمانہ وار و رسن کی تلاش میں ہے ابھی

سیاستِ افرنک

تیری حریف ہے یارب سیاستِ افرنک
 مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس!
 بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
 بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار میں!

خواجگی

دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عہدِ قدیم
اہلِ تجارہ ہیں یا اہلِ سیاست ہیں امام
اس میں پیری کی کرامت ہے زمیری کا ہے زہد
سینکڑوں صدیوں سے خوگر میں غلامی کے عوام!
خواجگی میں کوئی شکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام!

غلاموں کیلئے

حکمتِ مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے
ایک نکتہ کہ غلاموں کے لئے ہے اسیر!
دین ہو مسلم ہو فقر ہو سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقاید کی بنا پر تعمیر!

حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقاید سے تھی جس کا ضمیر!

اہل مصر سے

خود ابوالہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو
وہ ابوالہول کہ ہے صاحبِ اسرارِ قدیم!
دفعۃً جس سے بدل جاتی ہے تقدیر، مم
ہے وہ قوت کو حریف اس کی نہیں عقلِ حکیم!
ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیرِ عمدہ ہے کبھی چوبہِ کلیم!

ابی سینیا

(۱۸۔ اگست ۱۹۳۵ء)

یوسپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر
 ہے کتنی زہرناک ابی سینیا کی لاش!
 ہونے کو ہے یہ مردہ دیرینہ قاش قاش!
 تہذیب کا کمال شہادت کا ہے زوال
 غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش!
 ہر گرج کو ہے بڑے معصوم کی تلاش!
 اے دے آبروے کلیسا کا آئہ
 روما نے کر دیا سر بازار پاش پاش!
 پیر کلیسا! یہ حقیقت ہے دل خراش!

ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزند کے نام

لاکر ہمہوں کو سیاست کے بیج میں
 زنجیروں کو دیر کمن سے نکال دو
 وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں
 روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو!
 فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
 اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو!
 افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
 ملا کو ان کے کوہِ دامن سے نکال دو
 اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
 آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو
 اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز
 ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو!

جمعیتِ اقوامِ مشرق

پانی بھی سخر ہے ہوا بھی ہے سخر
 کیا ہو جو نگاہِ فلکِ پیر بدل جائے!
 دیکھا ہے طوکتِ ازنگ نے جو خواب
 ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے!
 طہران ہو اگر عالمِ مشرق کا جینوا
 شاید کہو ارض کی تقدیر بدل جائے!

سلطانی جاوید

غوص تو فطرت نے بنایا ہے مجھے بھی
 لیکن مجھے اعماقِ سیاست سے ہے پرہیز
 فطرت کو گوارا نہیں سلطانی جاوید
 ہر چند کہ یہ شہدہ بازی ہے دل آویز

فراد کی خارا مشکنی زندہ ہے اب تک
باقی نہیں دنیا میں ملوکیست پر دیز!

جمہوریت

اس راز کو اک مرے فریجی نے کیا فاش!
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے

یورپ اور سویریا

فریجیوں کو عطا خاک سویریا نے کیا
نبی عفت و غم خواری و کم آزاری
صلہ فرنگ سے آیا ہے سویریا کے لئے
می و تہار و ہجوم زنان بازار!

مسویننی

(اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے)

کیا زمانے سے نرالا ہے مسویننی کا جرم؟
 بے عمل بگڑا ہے مصوین یورپ کا مزاج
 میں پھٹتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں
 ہیں سبھی تہذیب کے اوزار! تو چھلنی میں چھلج
 میرے سودے ملکیت کو ٹھکراتے ہو تم
 تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زہج؟
 یہ عجائب شعبدے کس کی ملکیت کے ہیں
 راجدھانی ہے مگر باقی نہ راجہ ہے دراج
 آل سیزر چوب نے کی آبادی میں رہے
 اور تم دنیا کے بخر بھی نہ چھوڑو بے خراج!

تم نے لوٹے بے نوا صحرائینوں کے خیم
 تم نے لوٹی گشتِ دہقاں! تم نے لوٹے تختِ تاج!
 پردہٴ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی
 کل روا رکھی تھی تم نے میں روا رکھتا ہوں آج!

گلہ

معلوم کے ہند کی تقدیر کہ اب تک
 بے چارہ کسی تاج کا تابندہ نہیں ہے!
 دہقاں ہے کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ
 یوسیدہ کفن جس کا ابھی زیرِ زمیں ہے!
 جاں بھی گرو غیر، بدن بھی گرو غیب!
 افس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ بکیں ہے!
 یورپ کی غلامی پر رضا مند ہوا تو
 مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے!

استذاب

کہاں فرشتہ تہذیب کی ضرورت ہے
 نہیں زمانہ حاضر کو اس میں دشواری
 جہاں قمار نہیں زن تنگ لباس نہیں
 جہاں حمام بتاتے ہیں شعلے مے خواری
 بدن میں گرچہ ہے اک روح نالیک و عین
 طریقہ آب و جد سے نہیں ہے بیزاری
 جمعہ و دیرک و پُر دم ہے بچہ بروی
 نہیں ہے فیض مکاتب کا چشمہ جاری
 نظردان منہ جی کا ہے یہی فتوے
 وہ سرزمین مذہب سے ہے ابھی عاری!

لاوین سیاست

جوابات حق ہو وہ مجھ سے چسپی نہیں رہتی
 خدا نے مجھ کو دیا ہے دلِ خیر و بصیر
 مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لاوین
 کنیزِ اہرمین و دولِ نادر و مردہ ضمیر
 ہوئی ہے ترکو کلیسا سے حاکی آزاد
 فریجیوں کی سیاست ہے دیر بے زنجیر
 متاعِ غیر پہ ہوتی ہے جب تظراس کی
 تو ہیں ہراملِ لشکرِ کلیسا کے سفیر!

دائم تہذیب

آسمان کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
 ہر ملتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار !
 یہ پیرِ کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے
 بجلی کے چراغوں سے منور کئے افکار !
 جتنا ہے مگر شام و فلسطین پہ مرا دل
 تبریر سے کھلتا نہیں یہ عفتدہ و شوال !
 'ترکانِ جفا پیشہ' کے پنچے سے نکل کر
 بیچارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار !

نصیحت

اک لُرد فرنگی نے کہا اپنے پرے
 منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیرا
 بیچارے کے حق میں ہے ہی سب سے بڑا ظلم
 برے پہ اگر فاش کریں متاعدہ شیرا
 سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر
 کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
 تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
 ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیرا
 تاثیر میں اکیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
 سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیرا

ایک بحری فراق اور سکندر

صلہ تیرا تری زنجیر یا شمشیر ہے میری
کہ تیری رہزنی سے تنگ ہے دیا کی پہنائی یا

فراق

سکندر! حیف تو اس کو جو انفرادی سمجھتا ہے!
گوارا اس طرح کرتے ہیں ہم چشموں کی رسوائی؟
ترا پیش ہے سفاکی مرا پیش ہے سفاکی
کہ ہم فراق ہیں دونوں تو سیدانی میں دریائی

جمعیتِ انعام

بیچاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے
 ڈر ہے خبر بد نہ مرے منہ سے نکل جائے
 تقدیر تو مہرم نظر آتی ہے لیکن
 پیرانِ کلیسا کی دعا یہ ہے کہ ٹل جائے
 ممکن ہے کہ یہ داشتہٗ پیرکِ افرونگ
 ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے!

شامِ فلسطین

زندانِ فرانسس کا میخانہ سلامت
 پُر ہے مئی گلرنگ سے ہر شیشہ طب کا
 ہے خاکِ فلسطین پہ یودی کا اگر حق
 ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا؟
 مقصد ہے ملکیتِ انگلیس کا کچھ اور
 قصہ نہیں نارنج کا یا شہدِ دِ رطب کا!

سیاسی پیشوا

امید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے
 یہ خاکباز ہیں رکھتے ہیں خاک سے بیہودہ!
 ہمیشہ سود و گس پر نگاہ ہے ان کی
 جہاں میں ہے صفتِ عنکبوت ان کی کندہ
 خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع
 تحویلِ ملکوتی و جذبہِ ہائے بلند!

نفسیاتِ غلامی

سخت باریک ہیں امراضِ اہم کے اسباب
 کھول کر کیئے تو کرتا ہے مہیاں کوتاہی!
 دینِ شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ
 دیکھتے ہیں نقطہ اک منسلقہ رو باہی!
 ہو اگر قوتِ مسرغون کی درپردہ سرب
 قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللہی!

غلاموں کی نماز

(ترکی وفد ہلال احمد راولپنڈی)

کہا مجاہد ترکی نے مجھ سے بعد نماز
طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمہارے امام؟
وہ سادہ مرد محراب وہ مومن آزاد
خبر نہ تھی اسے کیا چیز ہے نماز غلام!
ہزار کام ہیں مردانِ خرم کو دنیا میں
انہیں کے ذوقِ عمل سے ہیں اتوں کے نظام
بدن غلام کا سوزِ عمل سے ہے محروم
کہ ہے مرد غلاموں کے روز و شب پر حرام!
طویل سجدہ اگر ہیں تو کیا تعجب ہے
وہ اسے سجدہ غریبوں کو اور ہے کیا کام!

خدا نصیب کرے ہند کے اماں کو
وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام!

فلسطینی عرب سے

نمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے!
تری دوا نہ جینوا میں ہے نہ لسن دن میں
فرنگ کی رگِ جاں چنچہ یہود میں ہے!
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پوشش و لذت نمود میں ہے!

مشرق و مغرب

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظام جمہوری
نہ مشرق اس سے بری ہے نہ مغرب اس سے بری
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری!

نفسیاتِ حاکمی

(اصلاحات)

یہ مرہے بے مہرئِ صیاد کا پردہ
آئی نہ مرے کام مہرئِ تازہ صفیری!
رکھنے لگا مرجھائے ہوئے پھولِ قفس میں
شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری!

مُحَرِّبُ گُلِ افغان کے افکار

محرابِ گل افغان کے افکا

(۱)

میرے کستاں! تجھے چھوڑ کے جاؤں کہاں
 تیری چٹانوں میں ہے میرے اب وجد کی خاک!
 روزِ ازل سے ہے تو منزلِ شاہین و چرخ
 لالہ و گل سے تھی، نغمہٴ بلبل سے پاک!
 تیرے خم و پہچ میں مہدی بہشت بریں
 خاک تری عنبریں! آبِ تراتا بسناک!
 باز نہ ہنگا کبھی بندۂ کبک و حمام
 حفظِ بدن کے لئے روح کو کروں ہلاک!
 اے مرے فقرِ غیور فیصلہ تیرا ہے کیا
 فلعتِ انگیز یا پرہیز چاک چاک!

(۲)

حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام
 نگاہِ پیرِ فلک میں نہ میں عزیز نہ تُو
 خودی میں ڈوب زمانے سے ناامید نہ ہو
 کہ اس کا زخم ہے در پردہ اہتمامِ رنوا
 رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ دیکھتا
 اُتر گیا جو ترے دل میں لاشریک نہ

(۳)

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
 مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
 تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
 عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے!
 وہی شراب وہی لے دھو رہے باقی
 طریقِ ساتی و رسمِ کدو بدل جائے!

تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دعا ہے تری آرزو بدل جائے!

۴

کیا چرخِ کجرو، کیا مہر، کیا ماہ
سب راہرو ہیں واماندہ راہ !
کڑا کاسکندر بجلی کی مانند
تجھ کو خبر ہے اے مرگِ ناگاہ !
نادر نے لوٹی دتی کی دولت
اک ضربِ شمشیر! افغانہ کوتاہ !
افغان باقی ! کسار باقی !
محکم للہ ! الملک للہ !
حاجت سے مجبور مردان آزاد
کرتی ہے حاجت شیروں کو روباہ !

محرم خودی سے جس دم ہوا فقر
تو بھی شہنشاہ میں بھی شہنشاہ!
قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ!

(۵)

یہ دردِ یہ کھیل یہ غوغائے روا رو
اس عیشِ فراواں میں ہے ہر لحظہ غمِ لولا
وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جہاں
ناداں! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے
اسبابِ ہنر کے لئے لازم ہے تنگ و دو
فطرت کے نوا میں پہ غالب ہے ہنرمند
شام اس کی ہے مانند سحرِ صاحبِ پرتو!

وہ صاحبِ فن چاہے تو فن کی برکت
 نچے بدنِ مہرے شبنم کی طرح ضو!

(۶)

جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
 ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ!
 تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
 کہ اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
 اس قوم کو تجبید کا پیغام مبارک
 ہے جس کے تصور میں فقط نرم شبہا
 لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازِ تجبید
 مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ!

(۷)

رومی بدلے 'شامی بدلے' بدلا ہندوستان!

تو بھی اسے فرزندِ کیستان! اپنی خودی پہچان!

اپنی خودی پہچان

او غافل افغان!

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز

جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان!

اپنی خودی پہچان

او غافل افغان!

اونچی جس کی لہر نہیں ہے وہ کیسا دریائے!

جس کی ہوائیں تند نہیں ہیں وہ کیسا طوفان!

اپنی خودی پہچان

او غافل افغان!

ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ
اس بندے کی درغاتی پر سلطانی قسبان!

اپنی خودی پہچان

او غافل افغان!

تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج!
عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان!

اپنی خودی پہچان

او غافل افغان!

(۸)

زاغ کتنا ہے نہایت بد نما ہیں تیرے پر
شپرک کہتی ہے تجھے کو کد چشم و بے ہنر
لیکن اسے شہباز یہ مرغان صحرا کے اچھوت
ہیں فضائے نیلگوں کے تیج و خم سے بے خبر!

ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
روح ہے جس کی دم پرواز سرتا پانظر!

(۹)

عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثلِ ہوس
پر شہباز سے ممکن نہیں پروازِ مگس
یوں بھی دستورِ گلستاں کو بدل سکتے ہیں
کہ نشین ہو غنامل پر گراں مشلِ قفس!
سفرِ آمادہ نہیں منتظرِ بانگِ رحیل
ہے کہاں قافلہٴ موج کو پڑے جس!
گرچہ مکتب کا جواں زندہ منظر آتا ہے
مردہ ہے! مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس!
پودش دل کی اگر تو نظر ہے تجھ کو
مردِ یوسن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس!

(۱۰)

دی جواں ہے قبیلے کی اُٹکھ کا تارا
 شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری
 اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر
 اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری
 عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہم سوز
 کہ نیتاں کے لئے بس ہے ایک چٹکاری
 خدا نے اس کو دیا ہے شکوہ سلطانی
 کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کتاری
 نگاہِ کم سے نہ دیکھ اس کی بے کلاہی کو
 یہ بے کلاہ ہے سرمایہ کلاہ داری

(۱۱)

جس کے ہر تو سے منور ہی تیری شبِ روش
 پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغِ خاموش!
 مرد بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ
 بندۂ حُر کے لئے نشترِ تقدیر ہے روش!
 نہیں ہنگامۂ پیکار کے لائق وہ جواں
 جو ہوا نالہ مرغانِ سحر سے مدہوش!
 مجھ کو ڈر ہے کہ ہے طغیانِ طبیعت تیری
 اور عیار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش!

(۱۲)

لادینی و لاطینی! کس پیچ میں اُجھتا تو!
 وارو ہے ضعیفوں کا 'لا غالب' اِلا ہو!

صیادِ معانی کو یورپ سے ہے نو میدی
 دکش ہے فضا لیکن بے نافہ تمام آہوا
 بے شک سحر گاہی تقویمِ خودی مشکل
 یہ لالہ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جوا
 صیاد ہے کافر کا، نچیر ہے مومن کا
 یہ ذیرِ کمن یعنی بت خانہ ننگِ دیوا
 اے شیخ امیرِ دل کو مسجد سے نکلوانے
 ہے ان کی نمازوں سے عرابِ ترش ابردا

(۱۳)

مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے دگرگوں
 معلوم نہیں دکھیتی ہے تیری نظر کیا
 ہر سینے میں اک صبح قیامت ہے نمودار
 افکارِ جوانوں کے ہوئے زیرِ دُزر کیا!

کر سکتی ہے بے مسد کہ جینے کی تلافی
 لے پیرِ حرم تیری مناجاتِ سحر کیا؟
 ممکن نہیں تخلیقِ خودی خالقوں سے
 اس شعلہٴ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شر کیا!

(۱۴)

بے جراتِ زندانِ ہر عشق ہے روباہی
 بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یدِ الہی!
 جو سختیِ منزل کو سامانِ سفر سمجھے
 لے دے تنِ آسانی! ناپید ہے وہ راہی!
 وحشت نہ سمجھ اس کو لے مردکِ میدانی
 کسار کی خلوت ہے تعلیمِ خود آگاہی!
 دنیا ہے روایاتی، عقبے ہے مناجاتی
 دروازہ دو عالم را این است شہنشاہی!

(۱۵)

آدم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہد
 مشکل نہیں اے سالک رہ علم فقیری
 فولاد کہاں رہتا ہے شمشیر کے لایق
 پیدا ہو اگر اس کے طبیعت میں حریری !
 خود وار نہ ہو فخر تو ہے تہہ الہی
 ہو صاحبِ عزت تو ہے تہیدِ اہری !
 از رنگ ز خود بے خبرت کرو و گرد
 اے بندۂ مومن تو بشیری ! تو تذیری !

(۱۶)

قوموں کے لئے موت ہے مرکز سے جدائی
 ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے ؟ خدائی !

جو فقر ہوا تلخیِ دوراں کا گلہ مسند
 اُس فقر میں باقی ہے ابھی بوسے گدائی!
 اس دور میں بھی مردِ مسند کو ہے میتر
 جو سہجہ پر بت کو بنا سکتا ہے رائی!
 وہ معرکہ بے سوزِ تو ذوقِ نواں یافت
 اے بندۂ مومن تو کجائی؟ تو کجائی؟
 خورشید! سراپردۂ مشرق سے نکل کر
 پہنا مرے کسار کو بلوسِ خضائی!

(۱۷)

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برناؤِ پیر کو
 لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقین!
 ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
 وہ مرد جس کا فقر خُزف کو کرے نغمیں!

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ
 خالی رکھی ہے خارِ حق نے تری جبین !
 یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں
 ہمت ہو پرگشا تو حقیقت میں کچھ نہیں !
 بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
 زیرِ پر آگیا تو یہی آسماں نہیں !

(۱۸)

یہ نکتہ خوب کما شیر شاہِ سوری نے
 کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری
 عزیز ہے انہیں نامِ فزیری و محسود
 ابھی یہ فطرتِ افغانیت سے ہیں عاری !
 ہزار پارہ ہے کسار کی مسلمانی
 کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا رناری !

وہی حرم ہے وہی اعتبارِ لات و منات
خدا نصیب کرے تجھ کو ضربِ کاری!

(۱۹)

نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے
نگاہ وہ ہے کہ محتاجِ مرد و ماہ نہیں!
فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن
قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں!
کھلے ہیں سب کے لئے غریبوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سرسیتاں گناہ نہیں
اسی سرد میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سویرا لا لہ نہیں!
نہیں گے میری صدا خانزادگانِ کبیرہ
گلیم پوش ہوں میں صاحبِ کلاہ نہیں!

(۲۰)

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
 یا بندۂ صحرائی یا مردِ کستانی !
 دنیا میں محاسب ہے تہذیبِ فسوں گر کا
 ہے اس کی فقیری میں سرمایۂ سلطانی !
 یہ حسن و لطافت کیوں وہ قوت و شوکت کیوں ؟
 بلبلِ چمنستانی ، شہبازِ بیابانی !
 اے شیخِ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
 بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی !
 صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
 تلوار ہے تیزی میں مہرباں مسلمان !

اشاعتِ اول

پانچ ہزار

پکوری آرٹ پرنٹنگ ورکس ایبٹ روڈ لاہور میں ہر تمام
لالہ گورانہ تا پکوری فیجر چھپوکر ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب
بیرسٹریٹ لائے شائع کیا